https://doi.org/10.58352/tis.v47i2.881

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
SZIC
الثقافة الإسلامية
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

اسلام اور دیگر منتخب مذاہب میں احترامِ انسانیت اور بین المذاہب رواداری کا تصور

(تقابلی اور تنقیدی جائزہ)

THE CONCEPT OF RESPECT FOR HUMANITY AND RELIGIOUS TOLERANCE IN ISLAM AND OTHER SELECTED RELIGIONS (COMPARATIVE AND CRITICAL REVIEW)

Dr Hafiz Muhammad Sani
Director Seerah Chair, Chairman Department of Quran o Sunnah,
Federal Urdu University, Karachi
Mufti Bakht Shaid
PhD Scholar, Department of Hadith and Its Sciences, International Islamic University, Islamabad
bakhtshaid@gmail.com

Abstract

Respect for humanity is the source of peace and tranquility in society because man has the basic position in this universe. The greatest need in today's world is that peace and order should be established in the world and the society should be peaceful. The only way to this is to respect humanity and give every human being their basic rights. For this purpose, this article examines the teachings of various religions and the attitudes of their followers regarding human respect. Before Islam, the concept of human sanctity was lost in Arab society. And the victorious force inflicted various atrocities on the people. The extremism of the Jews was such that they did not hesitate to kill the Prophets. Before Islam, Jews burned many Christians of Najran. In 453, Christians confiscated the property of non-Christians, and executed them by crucifixion, burning alive, or putting them to the beasts. The religious teachings of Hinduism call for harsh treatment of one's opponents to the point of burning them alive. Islam has declared human life, property, honor and dignity as respectable and ordered to give all human beings their basic rights. And in this regard, no distinction has been made between nation and religion.

KeyWords: *Humanity, Islam, Jews, Christians, Extremism, religious tolerance.*

انسانوں کے آپس میں تعلقات کی مختلف بنیادیں ہوتی ہیں، کچھ تعلقات برادری اور رشتہ داری کی بنیاد پر ہوتی ہیں جبکہ کچھ تعلقات خاندانی اور قبائلی نوعیت کے ہوتے ہیں، اس کے علاوہ بعض لوگوں کے تعلقات کی بنیادی علاقائیت ہوتی ہے، اور کچھ تعلقات مسلک و مذہب کے حوالے سے ہوتے ہیں، ان سب سے وسیع تر تعلقات وہ ہیں جو محض انسانیت کی بنیاد پر ہوں، کیونکہ اس کا دائرہ پوری انسانیت تک پھیلا ہوا ہے، یہ کسی

محدود علاقے، رنگ و نسل اور قوم وقبیلے کے ساتھ خاص نہیں ہوتے۔ اسلام نے جہاں عزیز و اقارب، قرب وجوار، اور رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ تعلقات رکھنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے وہاں انسانی بنیاد پر بھی کچھ تعلقات استوار کئے ہیں، اور اس حوالے سے بنی نوع انسان کو تکریم و تعظیم بخشتے ہوئے ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھے تعلقات کا حکم دیا ہے، اور ان میں رنگ، نسل، قوم، قبیلے، مذہب و مسلک اور دیگر امتیازات کو بالائے طاق رکھا ہے، جبکہ بعض دیگر مذاہب میں اس حوالے سے کچھ تنگ نظری اور متعصبانہ رویے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض مذاہب میں بین المذاہب رواداری کے حوالے سے سخت موقف پایا جاتا ہے، جبکہ اسلام نے تمام مذاہب والوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور محض انسانیت کی بنا پر دوسروں کے ساتھ اچھا رویہ رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ اس آرٹیکل میں اسلام، یہودیت، عیسائیت، عہدِ جاہلیت، ہندومت، بدھ مت اور زرتشت مذہب کے حوالے اس موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

مذہب کا ارتقائی جائزہ:

مذہب کے آغاز کے بارے میں اس وقت دو تصورات پائے جاتے ہیں۔ ایک ارتقائی تصور اور دوسرا وہ تصور جو خود مذہب نے پیش کیا ہے۔ مذہب کے ارتقائی تصورات کی رو سے انسانی آغاز وابتداء گمراہی اور لاعلمی سے ہوئی اور پھر تدریجاً انسانوں نے توحید پرستی اور خدا پرستی اختیار کرلی۔ مذہبی نقطہ نظر یہ ہے کہ خدا نے جب انسان کو اس عالم میں بھیجا تو ساتھ ہی اس کی تمام جسمانی ضروریات کی طرح اس کی روحانی ضروریات (ہدایت) کا بھی سامان کیا۔ پہلا شخص جسے خدا نے بھیجا، ہدایت یافتہ بلکہ پیغمبر تھا۔ اس کے بعد بھی لوگوں میں جب گمراہی پھیلی تو خدا نے پھر پیغمبر بھیجے، جنھوں نے دنیا کو راہ ہدایت دکھائی۔ اس اعتبار سے توحید قدیم ہے اور شرک جدید۔[1]

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت دنیا کے مختلف مذاہب (مختصر جائزہ):

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت عالمگیر اور متداول مذاہب تین قسموں پر مشتمل تھے:

(۱) الہامی مذاہب: الہامی مذاہب میں یہودیت اور عیسائیت باقی تھے، تاہم یہ بدترین تحریفات کا شکار تھے۔

(۲) غیر الہامی مذاہب: غیر الہامی مذاہب میں بدھ مت، زرتشت، برہمنیت (ہندومت) اور صابئیت تھے۔[2]

مشرکین مکہ اور عرب بت پرستوں کے بھی مذہب کے متعلق مختلف نظریات تھے، چنانچہ بعض لوگوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ زمانہ ہی سب کچھ ہے، اور جو کچھ ہو رہا ہے یہ زمانے کے تصرفات کا نتیجہ ہے، یہ لوگ خدا کے تصور سے یکسر عاری تھے، قرآن کریم نے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: "ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہماری دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے، اسی میں ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور ہمیں زمانہ ہی مارتا ہے۔"

کچھ لوگ ایسے تھے جو اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے مگر یومِ آخرت کا انکار کر رہے تھے، ان کے بارے میں قرآن حکیم نے یہ استدلال پیش کیا ہے: "کہہ دیجیے کہ وہی اللہ تعالیٰ ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، جس نے انہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔"[3]

(۳) حنفاء:

دینِ ابراہیمی کا بنیادی اصول توحید خالص تھا، اگرچہ زمانے کے تغیرات اور وقت گزرنے کے باعث اس عقیدے میں شرک کی آمیزش آچکی تھی، جس کے نتیجے میں خانہ خدا میں بھی بتوں کو لایا گیا تھا اور وہاں پر بت پرستی شروع ہو چکی تھی، مگر اس کے باوجود عقیدہ توحید کلی طور پر ختم نہیں ہوا تھا، بعض مقامات پر اس کے اثرات نظر آتے تھے، یہی وجہ ہے کہ فہم و فراست والے لوگ بت پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ چوں کہ اس دین فطرت میں بُت پرستی سے انحراف تھا، اس لیے اسی دین حنیف اور اس کے پیروکاروں کو حنفاء کہتے

ہیں، کیوں کہ حنیف کے معنٰی انحراف کے ہیں۔ اکثر روایات سے ثابت ہے کہ عرب خصوصاً مکے اور مدینے میں متعدد اشخاص بُت پرستی سے بے زار اور اس کے منکر ہو گئے تھے، وہ دین حنیف، ملتِ ابراہیمی کی جستجو میں تھے۔[۴]

اسلام ایک مکمل دین، ابدی ضابطہ حیات: (دورِ جدید کے عالمی مذاہب اور اسلام کا مختصر تعارفی جائزہ)

دورِ جدید یا عہدِ حاضر کے مذاہب کا تعین اور ان کا احاطہ و شمار ایک مشکل امر ہے۔ تقابلِ مذاہب یا تقابلِ ادیان کے موضوع پر لکھی گئی کتب کے مصنفین اور تقابلِ مذاہب کے ماہرین اس امر پر متفق نظر آتے ہیں کہ اس وقت اگر دنیا میں لاکھوں نہیں تو ہزاروں مذاہب کے پیروکار ضرور موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے اور دنیا کے بعض مذاہب ایسے بھی ہیں جو صرف سو دو سو افراد کے قبائل تک محدود ہیں۔ تفصیل کے لیے مذاہبِ عالم کا انسائیکلوپیڈیا ملاحظہ ہو۔[۵]

دورِ حاضر یا عصر جدید میں ہم دنیا کے بڑے مذاہب کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں، الہامی مذاہب، اور غیر الہامی مذاہب۔ الہامی مذاہب میں اسلام، عیسائیت اور یہودیت شامل ہیں، جب کہ غیر الہامی مذاہب میں ہندومت، بدھ مت، جین مت، زرتشت مذہب، مانوی مذہب، جب کہ چینی مذاہب میں تاؤازم اور کنفیوشس ازم اور جاپانی مذاہب میں بدھ مت اور شنٹوازم قابلِ ذکر عالمی مذاہب میں شمار ہوتے ہیں۔[۶]

مذاہبِ عالم کی تاریخ اور تقابلِ ادیان کے مطالعے کے بعد جو تاریخی حقیقت سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ مذہب ہر انسان کی سب سے بنیادی اور اہم ضرورت ہے، چنانچہ دنیا کے قائم ہونے سے لے کر آج تک کی تاریخ میں کوئی انسانی معاشرہ اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جو کلی طور پر مذہب سے بے نیاز اور لاتعلق رہی ہو۔ انسانی تجربے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم مذہب کو ترک کرتی ہے تو ایک طرف وہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جاتی ہے جبکہ دوسری طرف اس کے دنیوی اسباب و وسائل میں بھی یکسانیت اور توازن برقرار نہیں رہتا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہتے ہیں:

"ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا"[۷]

عقیدہ توحید اور انسانی فطرت:

یہ ایک تاریخی اور ابدی حقیقت ہے کہ مذہب کے حوالے سے ایک خالق و مالک معبود برحق، خدا کی ہستی کا شعور فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

{وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ}[۸]

"اگر تو ان سے سوال کرے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو یہ لوگ جواب دیں گے کہ انہیں اس ذات نے پیدا کیا ہے جو غالب اور علم والا ہے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

"{وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى شَهِدْنَا}"[۹]

"اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے اولاد پیدا کی اور ان کو اپنے اوپر گواہ ٹھہرایا، اور سوال کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ ہم اس پر گواہ ہیں۔"

یہ آیات اور فرامینِ باری تعالیٰ اس تاریخ ساز حقیقت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ خدا کی ہستی کا شعور فطرتِ انسان میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اسلام ابدی صداقتوں کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ وہ صداقتیں ہیں، جن پر کبھی کہنگی اور فرسودگی کا سایہ نہیں پڑ سکتا۔ اس میں ہر دور، ہر زمانے اور ہر عہد کے بدلتے ہوئے حالات اور چیلنجز کا سامنا کرنے کی پوری قوت موجود ہے۔ یہ غالب ہے اور غالب رہنے ہی کے لیے آیا ہے۔ اس ناقابلِ تردید حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے قرآن کریم نے اعلان عام فرمایا: "{هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ}"[١٠]

"وہی اللہ پاک تو ہے جس نے اپنے پیامبر ﷺ کو راہنمائی اور حق دین دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے۔"

غلبہ و اختیار صرف اور صرف دینِ اسلام کے لیے ہے، یہ دین کا تقاضا اور اللہ کا فرمان ہے کہ اب سربلندی اسلام کو حاصل ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس کائنات پر اس ذات کے دیئے ہوئے اسلامی نظام کی حکمرانی و سربراہی برقرار رہنی چاہیے، تاہم دیگر ادیان و مذاہب کے ساتھ مذہبی رواداری پر مبنی وہ راستہ اختیار کیا جائے، جو پُرامن بقائے باہم اور غیر جانبداری پر مبنی ہو، قرآن کریم نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے امّتِ مسلمہ کو ایک ضابطہ عطا فرمایا: {لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ}[١١] "مذہب (کے حوالے) سے کوئی جبر اور اکراہ نہیں۔"

ایک اور جگہ فرمایا: {لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ}[١٢] "تمہارے لیے تمہارا دین ہے، میرے لیے میرا دین۔"

ایک اور مقام پر معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن ناحق اور باطل خداوؤں کو پکارتے ہیں انہیں بھی برا بھلا مت کہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ لاعلمی اور ناسمجھی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو برا نہ کہیں۔"[١٣]

دورِ جدید میں اسلام کے عطا کردہ اس اصول اور نظریے کو اگر تمام مذاہب، انسانی معاشرے اور متمدن اقوام اپنا لیں تو بڑی حد تک پُرامن بقائے باہم کو فروغ حاصل ہو گا۔ مذہبی رواداری اور دنیا کے مذاہب کے درمیان اسلام کا یہ وہ ضابطہ ہے، جس کی مثال دنیا کے مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

دینِ اسلام کی کاملیت اور نبی اکرم ﷺ کی عالمگیریت:

دینِ اسلام ہدایاتِ ربانی اور تعلیماتِ الٰہی کا ایک کامل مجموعہ ہے، جو ایک مکمل قانون اور ہمیشہ کے لئے زندگی گزارنے کے حوالے سے مکمل راہنما ہے، یہی وہ دین ہے جو نبوی تعلیمات اور ربانی ہدایات کے تناظر میں انسانی حیات کے تمام جوانب اور ہر شعبے کی تعمیر کرتا ہے، اور نبی نوع انسان کو ایک پاکیزہ اور معطر زندگی گزارنے کی جانب راغب کرتا ہے، قرآن حکیم دین کو ایک عالمگیر تناظر میں پیش کرتا ہے، جیسا کہ اس ارشادِ خداوندی سے ظاہر ہے:

{إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ}[١٤] "بلاشبہ، دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔"

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر پچاسی میں خداوند بزرگ و برتر نے فرمایا ہے: {وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ}[١٥]

"اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا متلاشی ہو گا، تو وہ دین اس سے کبھی بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔"

رسولِ اکرم ﷺ کو ربِ کائنات نے بے شمار خصوصیات و امتیازات سے نوازا تھا، جن کا وجود کسی اور میں متصور نہیں ہے، آپ ﷺ کی جو خصوصیات ہیں ان میں عالمگیریت اور ہمہ گیریت کا پہلو واضح ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا سید المرسلین ہونا آپ ﷺ کی ہمہ گیریت کو واضح کر رہا ہے، کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین اور ہدایت عالمی اور آفاقی ہے، اسی طرح قرآن حمید نے اس حقیقت کو بھی کھل کر بیان فرمایا ہے کہ حضور نبی

کریم ﷺ کی بعثت کل عالَم اور پوری انسانیت کے لئے ہے، جیسا کہ سورۃ سبا کی آیت نمبر اٹھائیس میں اس حقیقت کو واضح انداز میں بیان فرمایا گیا ہے: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا}[۱۶]

"اور ہم نے آپ علیہ السلام کو پوری انسانیت کے لئے بشارت دینے والا اور آگاہی فراہم کرنے والا بنا کر مبعوث کیا ہے۔"

رسولِ خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی آفاقیت کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا}[۱۷]

"کہہ دیجئے، اے ساری دنیا کے لوگو! میں آپ ساری انسانیت کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

تمام کائنات اور ہر بنی نوع انسان کو خاتم المرسلین علیہ السلام کی دعوت کا مخاطب اور نبوی تبلیغ کے زیرِ اثر بھیجے جانے کے حوالے سے ارشاد ہوا: {تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا}[۱۸]

"وہ اللہ تعالیٰ برکتوں والا ہے جس نے حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اپنے بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائی تا کہ آپ ﷺ تمام عالَم کو آگاہی فراہم کریں۔

رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی تعلیمات میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے:

"بُعِثْتُ إلى الناس كافة، الأحمر والأسود"[۱۹] "مجھے کالے گورے یعنی اہلِ مشرق و مغرب کے تمام لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے۔"

اس کے علاوہ بہت ساری روایات ذخیرہ احادیث میں ملتی ہیں جن میں رسولِ خدا علیہ السلام نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ آپ کی بعثت پورے عالَم کے لئے ہے، اور تا قیامت پوری انسانیت آپ کی تعلیمات و ہدایات سے مستفید ہوتی رہے گی اور یہی ان کی نجات اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ختم الرسل علیہم الصلوات والتسلیمات کا ارشادِ گرامی ہے:

"أَمَّا أَنَا فَأُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ عَامَّةً، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي إِنَّمَا يُرْسَلُ إِلَى قَوْمِهِ."[۲۰]

"میں (عمومیت کے ساتھ) پوری انسانیت کی جانب بھیجا گیا ہوں، حالانکہ مجھ سے قبل جو بھی پیامبر آئے، وہ صرف اپنی مخصوص قوم کی جانب بھیجے جاتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے قبل رسولانِ خدا اپنی مخصوص قوم اور قبیلے کی جانب مبعوث ہوتے تھے جبکہ میری بعثت عام ہے جو پوری انسانیت کے لئے ہے۔[۲۱]

رسول اکرم ﷺ کی رسالت و نبوت کا مقصد بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا:

"{هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ}"[۲۲]

"وہی پاک ذات ہے جس نے اپنے پیامبر ﷺ کو راہنمائی کا سامان اور حق دین کے ساتھ بھیجا اس واسطے کہ اس نورِ ہدایت کو ادیانِ باطلہ پر غالب فرمائے۔ خواہ یہ مشرکین کو (مخالفین، اسلام دشمن) کو کتنا ہی) ناگوار کیوں نہ گزرے۔"

چنانچہ اسلام نہ صرف دورِ جدید بلکہ ہر زمانے اور ہر دور کے مسائل کا حل تلاش کرتا اور ہر دور کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ یہ دیگر مذاہب کی طرح مادی زندگی اور دنیوی مسائل سے صرف نظر کرتا ہے اور نہ دورِ جدید کی مادیت کی طرح مادی پہلوؤں کو دوسرے پہلوؤں پر حاوی اور غالب کرتا ہے۔ یہ انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ زندگی اور تخلیق کا مقصد بہت بلند ہے، دنیا کی ہر شے تیرے لیے ہے لیکن تیرے مقاصد بہت بلند و بالا ہیں۔

وحی الٰہی نے آپ ﷺ کی زبان اطہر سے پوری انسانیت کے لیے یہ ابدی اور تاریخ ساز اعلان کرایا:

"أَليومَ أَكملتُ لكُم دِينكم وَأَتممتُ عليكُم نِعمتي وَرَضِيتُ لكم الإِسلامَ ديناً"[23]

"آج کے دن میں نے آپ کے دین کو آپ کے واسطے کامل کر دیا، اور اپنی نعمتیں آپ پر مکمل کیں، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا۔"

مسلم دنیا کے نامور محقق اور مذہبی اسکالر علامہ یوسف قرضاوی دورِ جدید میں اسلام کی عظمت و اہمیت اور ایک کامل و مکمل دین اور ابدی ضابطہ حیات کی حیثیت سے اپنے مقالے "المبشرات بانتصار المسلمین" میں اسلام اور مسلم امّہ کے مستقبل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"انیسویں صدی سرمایہ داری کا دور تھا، جبکہ بیسویں صدی عیسوی میں اشتراکیت کا غلبہ رہا، مگر آنے والا دور اسلام کا ہوگا۔ بالفاظِ دیگر انیسویں صدی میں مسیحیت کا طوطی بولتا تھا، اور اس کے بعد والی صدی یہودیت کے غلبہ کا زمانہ رہا (کیونکہ اس میں یہودیوں نے عرب ممالک میں بیس سے زائد علاقوں پر قبضہ کیا، اور چالیس سے زائد اسلامی ممالک کو زیرِ تسلط کیا) لیکن آنے والا دور اسلام کا ہوگا۔ موجودہ زمانے میں عالمی سطح پر فساد کا دور دورہ ہے، دنیا کو اس فساد سے نکلنے کے لئے ایک معیاری اور متوازن نظام کی حاجت ہے جو اسلام کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے، کیونکہ اسلام سلامتی اور امن و امان والا مذہب ہے، اور اس کی تعلیمات و ہدایات سے محبت، خلوص اور امن و آشتی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔"[24]

معروف غیر مسلم دانشور جارج برنارڈ شا (GEORGE BERNARD SHAW) لکھتا ہے: "میری چاہت ہے کہ آج کے زمانے میں برٹش ایمپائر کو حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات مکمل طور پر اختیار کرنی چاہئیں، کیونکہ بنی نوع انسان کی حیات کے بارے میں محمد ﷺ کی تعلیمات کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"[25]

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عالمگیر تعصب و تنگ نظری اور مذہبی انتشار... تحقیقی اور تقابلی جائزہ:

محسنِ انسانیت ﷺ کا ظہور ایسے دور میں ہُوا، جب دنیا پر جہالت و تاریکی کے بادل چھائے ہوئے تھے، اور روئے زمین پر وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا، جہالت کے اندھیروں کی بناء پر لوگ بت پرستی اور شرک میں مبتلا تھے، جس نے انسانیت اور مدنیت کا خاتمہ کر رکھا تھا۔ مشرق و مغرب کے مختلف ممالک اپنی تہذیبوں کی شمعیں گل کر چکے تھے، جہاں ظاہری تہذیبی دور نظر آرہا تھا وہاں بھی بدترین مظالم جاری تھے۔ خود اس دور کی دو بڑی عالمی طاقتوں روم اور ایران کے درمیان مسلسل جنگوں نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی، اور ہر بار فاتح قوم مغلوب قوم کو بری طرح پامال کرتی، رومیوں کے دورِ حکومت میں آتش کدوں کو کلیساؤں میں تبدیل کیا جاتا یا انہیں مسمار کیا جاتا جبکہ ایرانی حکومت میں کلیسا کا خاتمہ کیا جاتا۔[26]

چھٹی صدی عیسوی کے اواخر اور ساتویں صدی کے اوائل میں دنیا کے نقشے پر صرف دو ہی طاقتور اور عالمی حکومتیں تھیں۔ مذہبی اعتبار سے روم عیسائیت اور ایران مجوسیت کا نمائندہ تھے۔ اسلام کا جس وقت ظہور ہوا، یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب ایران نے ۶۱۵ء میں بیت المقدس کو فتح کیا تو سینٹ ہلنا اور قسطنطین کے عظیم الشان کنیسوں کو آگ لگا دی، نوے ہزار (۹۰۰۰۰) عیسائیوں کو قتل کر دیا۔ ان معبدوں میں موجود قیمتی اشیاء کو لوٹ لیا۔[27] خسرو پرویز نے ایران میں رہنے والے عیسائیوں کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔[28]

ایران کا رویہ اپنی مسیحی رعایا سے ہمیشہ ظالمانہ رہا۔ ۳۳۹ء میں شاپور "ذوالاکتاف" نے بشپ مارشمیوں اور ایک سو پانچ (۱۰۵) دوسرے پادریوں کو قتل کیا اور بہت سے مسیحی کنیساؤں اور صومعوں کو منہدم کر دیا۔[29] بالکل یہی سلوک ہرقل نے ایرانی مجوسیوں کے ساتھ کیا۔ اس نے

ایران میں کئی آتش کدوں کو مسمار کر دیا، زرتشت کے وطن ارمیاہ کو نیست و نابود کر دیا اور مجوسی مذہب کو ختم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جب فتوحات روم کا دائرہ وسیع ہوا تو اتنی کثرت سے ایران سے اسیرانِ جنگ آئے کہ ان کی تعداد چھ کروڑ تک پہنچ گئی۔[۳۰]

اسیرانِ جنگ کو قید کر دینا آگ میں جلا دینا، جانوروں سے لڑا کر پھڑوا دینا، ایک دوسرے کو تلواروں سے کٹوا دینا، اس وقت کے حکمرانوں کا محبوب مشغلہ تھا۔[۳۱] اسی طرح جب شاپور نے بحرین اور الحساء کو فتح کیا تو تمام عربوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کے کندھوں میں سوراخ کر کے باندھ دیا گیا۔ اسی بناء پر یہ شخص شاپور "ذوالاکتاف" کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا۔ ان مذکورہ بالا تاریخی شواہد سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس وقت اسلام کا ظہور ہوا، اس وقت کی متمدن دنیا میں انسانی حقوق کا تصور موجود نہیں تھا۔ بخت نصر عیسائی بادشاہ نے یروشلم کو فتح کرنے کے بعد یہاں کی یہودی رعایا سے بدترین سلوک کیا، اسی طرح یورپی اقوام نے جب مشرق و مغرب میں اپنی فتوحات کو پھیلایا تو وہاں کے عوام کے ساتھ جس طرح پیش آئے اور ان پر جس طرح ظلم و ستم روا رکھا، وہ انسانی تاریخ میں مذہبی تعصب، تنگ نظری اور انتہا پسندی کا سیاہ ترین باب ہے۔[۳۲]

سرزمین عرب کا قریب ترین ماحول جو حضور ﷺ کا اولین میدانِ کار بنا، اس کا تصور کیجیے تو دل دہل جاتا ہے، جزیرہ عرب پر بربریت کے بادل چھائے ہوئے تھے، انسانیت تمدن اور اخلاقی اقدار سے ناآشنا ہو چکی تھی، بلکہ خوابِ غفلت میں مگن تھی، ہر سو بدامنی کا عالم تھا، عالم گیر تاریکی کے اس دور میں انسانیت کے عظیم محسن سرورِ کونین علیہ السلام عظیم ترین تبدیلی کا پیغام لے کر تشریف لائے، اور روئے زمین پر حقیقی تبدیلی برپا کر دی۔ قرآن کریم نے اس حالت سے یوں تعبیر کی ہے:

"آپ لوگ آگ کے کنارے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے نکال لیا۔"[۳۳]

قرآن کریم نے یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ قول نقل کیا ہے: "ہم خدا کی لاڈلی اور چہیتی اولاد ہیں۔

{وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ}[۳۴] ایک اور موقع پر یہودیوں اور عیسائیوں (جو درحقیقت آسمانی مذاہب ہونے کے دعویدار تھے) کے متعلق قرآن نے ذکر کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کسی صورت برداشت نہیں کرتے تھے۔ یہودیوں کا کہنا یہ تھا کہ عیسائی بے راہ روی کے شکار ہیں جبکہ عیسائیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہودی گمراہ اور غلط ہیں۔

قرآنِ کریم نے {ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ}[۳۵] "یعنی لوگوں کی کارستانیوں کی بناء پر خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو چکا" کہہ کر اس دور کی ابتر معاشی، معاشرتی اور اخلاقی صورتحال کا تذکرہ فرمایا ہے۔[۳۶]

عہدِ جاہلیت کا عرب معاشرہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری:

اسلام کی آمد اور بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عرب معاشرہ مذہبی تعصب و تنگ نظری اور انتہا پسندی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ چنانچہ عہدِ جاہلیت میں طبقاتی تقسیم، نسلی تفاخر اور نسبی عصبیت انسانی تاریخ کے عروج پر تھی، جہاں تعصب اور تنگ نظری کے نتیجے میں انسانیت کو ناقابلِ عبور خطوط پر تقسیم کر دیا گیا تھا، انسانی عدم مساوات کا یہ نظریہ عملاً مذہبی، معاشرتی اور قانونی معاملات پر بھی لاگو ہوتا تھا۔ مذہبی انتہا پسندی کے حوالے سے مشرکینِ مکہ کا تصور یہ تھا کہ ہم حرمِ مکی کے مجاور، اللہ تعالیٰ کے گھر کے محافظ، اس کے پڑوسی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسل ہیں، اس واسطے کوئی بشر ہمارا ہم پلہ نہیں ہو سکتا، اور نہ کسی کو ہمارے برابر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ فریضہ حج کے دوران ان لوگوں نے عرفات جانا چھوڑ دیا تھا۔[۳۷] کیونکہ اس کو وہ اپنی شان کے خلاف اور موجبِ عار سمجھتے تھے۔[۳۸] تعصب و تنگ

نظری اور انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ عرب اپنی بیٹیوں کا نکاح عجمیوں سے نہیں کرتے تھے، اگر کوئی عرب کسی عجمی عورت سے نکاح کر لیتا تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کو کم حیثیت اور کم مرتبہ سمجھا جاتا تھا۔[۳۹]

اسلام سے قبل عرب جاہلیت کی انتہا پسندی کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اہلِ مکہ کی کوئی مرکزی تنظیم نہ تھی، معمولی بات پر جنگ شروع ہوتی، جو ختم ہونے کا نام نہ لیتی، اور اس طرح ان وحشیانہ لڑائیوں میں سیکڑوں گھرانے ویران ہو چکے تھے۔ بچے بچے کی زندگی کا نصب العین ابتدائے زندگی سے "ثار" انتقام ہوتا۔[۴۰]

ایک عرب شاعر نے خوب بلاغت سے بھرے ہوئے کلام میں کہا ہے:

انتختم علينا كلكل الحرب مرة فنحن ننخرها عليكم بكلكل

یعنی جس طرح تم نے ہمارے اوپر لڑائی کے اونٹ کو بٹھا کر ہمیں چُور چُور کر دیا تھا، ہم بھی تمہیں پاش پاش کر دیں گے۔[۴۱]

عرب جتنے عرصے خون کے انتقام کے درپے رہتے، اپنے لیے شراب پینا حرام سمجھتے تھے۔[۴۲] جاہلیت کی جنگوں اور خون ریزیوں کو مورخین "ایّام العرب" سے موسوم کرتے ہیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ میدانی نیشاپوری (المتوفی ۵۱۸ھ) نے "کتاب الامثال" میں ان میں سے ایک سو بتیس (۱۳۲) جنگوں کے نام گنانے کے بعد لکھا ہے، یہ فن شمار کا استقصاء نہیں کر سکتا۔[۴۳] ڈاکٹر عمر فروخ لکھتے ہیں: "أمّا عدد أيّام العرب فعظيم جدّاً لا يمكن أن يدخل تحت العصر".[۴۴]

"جاہلیت کی جنگیں اتنی زیادہ ہیں کہ جنہیں کسی مخصوص عہد یا زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔" اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: "ذٰلك لانّ حياة العرب الا قتصادية كانت قائمة فى الحقيقة على الغذو، وكان هذا الغذو متصلاً"[۴۵] اس بناء پر کہ عرب جاہلیت کی حیاتِ اقتصادی کا دارومدار لڑائیوں پر تھا، اور لڑائیوں کا یہ سلسلہ بھی تھمنے کا نام نہ لیتا۔

عرب محقق جرجی زیدان کے مطابق عہد جاہلیت کی خوں ریز، وحشیانہ اور طویل ترین جنگ کی تاریخ چوتھی صدی عیسوی کے اواسط سے شروع ہوتی ہے اور رسالت مآب ﷺ کی بعثت چھٹی صدی عیسوی کے اوائل تک جاری رہتی ہے۔[۴۶]

انسان دشمن جنگوں میں "حربِ بسوس" اور "عبس و ذبیان" کو مرکزی حیثیت حاصل رہی، موخّر الذّکر جنگ مسلسل چالیس برس تک جاری رہی۔ ایک عرب سردار اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے: دونوں قبیلے مٹ گئے، ماوں نے اپنی اولاد کھو دیں، بچے یتیم ہوگئے، آنسو خشک نہیں ہوتے، لاشیں دفن نہیں کی جاتیں۔[۴۷] مُردوں کے ہاتھ، پاوں، کان، ناک وغیرہ کاٹ لیتے تھے۔[۴۸] امرؤ القیس نے اپنے والد حجر کے قتل کے انتقام کے جذبے کے تحت اس کے قاتلوں کا مثلہ کیا، یعنی ناک کان کاٹ کر آنکھوں میں گرم لوہے کی سلاخیں ڈال دیں اور آگ کے شعلوں پر گرم کی ہوئی زرہیں انہیں پہنا دیں۔[۴۹]

یہودیت کا انتہا پسندانہ رویہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری

قرآن کریم نے یہودیوں سے کہا: "{وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ}"[۵۰] اور تم پیامِ خداوندی سے انکار کرنے والوں میں اولین مت بنو۔ مگر یہ قوم سخت جان ہونے کے ساتھ ساتھ پتھروں جیسے قلب والی بھی ثابت ہوئی۔ انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا، ان کو تکلیفیں دیں، بلکہ ان کو قتل تک کر ڈالا، حضرت موسیٰ اور ان کے بعد کوئی پیغمبر ایسا نہ ہو گا، جس نے ان کی سنگ دلی کا ماتم نہ کیا ہو اور ان کی بغاوت و نافرمانی کی بناء پر ان کے لئے بددعا نہ کی ہو۔ وہ اس قدر انتہا پسند اور سخت دل تھے کہ انہوں نے بہت سارے انبیاء کرام کا قتل کیا۔ قرآنِ کریم نے ان کے اس ظالمانہ فعل اس طرح بیان کیا ہے:

{وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ}[۵۱]

سورہ آلِ عمران میں اس سے بھی بڑھ کر ہر حق کے داعی اور خیر کے مبلّغ کے قتل کر دینے کا الزام بھی ان پر بجا ہے:

{إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ}[۵۲]

"بلاشبہ جو لوگ آیاتِ ربانی کے منکر ہیں، اور خداوندِ قدوس کے پیامبروں کا ظالمانہ قتل کرتے ہیں، اور جو لوگ انہیں عدل و انصاف کی تلقین کرتے ہیں ان کے قتل کا ارتکاب کرتے ہیں، تو انہیں المناک سزا کی خبر دے دیجئے۔"

سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران میں یہودیوں کے مذہبی تعصب و تنگ نظری، انتہاپسندی اور ان کے ایک ایک عیب کو تفصیلاً واضح کیا گیا ہے۔ ان کے مذہبی تعصب، تنگ نظری اور انتہاپسندی کا سب سے دردناک واقعہ وہ ہے، جو اسلام سے پچاس، سال (۵۰، ۶۰) برس پہلے یمن میں پیش آیا کہ یہودیوں نے نجران کے عیسائیوں کو گڑھوں میں آگ جلا کر ان میں جھونک دیا۔ قرآنِ کریم نے اس مذہبی انتہاپسندی اور ظلم و تشدد پر مبنی پُر درد داستان کو سورۃ البروج کی آیت نمبر پچاسی[۵۳] میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اہلِ ایمان کو صرف ایمان لانے کی بناء پر دہکتی آگ کے گڑھوں میں ڈالا۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت ان کی انتہاپسندی، اور مذہبی تعصب و تنگ نظری اس درجے عروج پر تھی کہ وہ ایک دوسرے کے وجود تک کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ آپس میں قتل و خوں ریزی کا بازار ان میں گرم تھا۔ ایک طاقت ور قبیلہ دوسرے کم زور قبیلے کو قتل اور بے گھر کر دیتا تھا۔[۵۴] قرآن کریم نے ان کے متعلق اس طرح بیان کیا ہے:

{ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ}[۵۵]

یعنی ان لوگوں نے آپس میں قتل و قتال کا بازار گرم کیا، اور مخالفین کو گھروں سے بے گھر کیا۔

ان تمام مظالم، سرکشیوں اور بغاوتوں کے باوصف انہیں اتنا زعم تھا اور مذہبی انتہاپسندی میں وہ اتنا آگے تھے کہ انبیاء کی اولاد ہونے کے ناطے وہ یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ: {نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ}[۵۶] ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پسندیدہ ہیں۔ ساتھ ہی انہیں یہ دعویٰ بھی تھا کہ: {لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً}[۵۷] جس کا حاصل یہ ہے کہ اولاً تو ہم جہنم میں سرے سے جائیں گے ہی نہیں اور اگر بالفرض جانا بھی ہوا تو وہ چند دنوں کے لئے ہو گا۔

علاوہ ازیں "تورات" میں مذہبی انتہاپسندی کے حوالے سے جو تعلیمات ملتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

"ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے۔ کسی چیز کو جو سانس لیتی ہو، جیتا نہ چھوڑیو۔[۵۸]

ان پر رحم مت کر، بلکہ مرد اور عورت اور ننھے بچّے اور شیر خوار، بیل، بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر۔"[۵۹]

عیسائیت کا انتہاپسندانہ رویہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عیسائی مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم تھے، چنانچہ پانچویں صدی کے شروع میں عیسائیوں کے دو فرقوں کے مابین عظیم الشان تاریخی لڑائی ہوئی ہے جس میں تقریباً پینسٹھ ہزار (۶۵۰۰۰) عیسائیوں کو جلاوطن ہونا پڑا۔ علاوہ ازیں یہ لوگ ہمہ وقت برسرِ پیکار رہتے اور ایک دوسرے کے خون کے متلاشی رہتے، اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر میدانِ کارساز گرم کرتے۔ پادریوں نے اپنے مذہبی منصب کو حصولِ جاہ کا ایک ذریعہ قرار دے دیا تھا۔ علّامہ شبلی نعمانی کے بقول عیسائی پادریوں کے اسقفِ اعظم سینٹ سرل نے مذہبی تعصب و تنگ نظری اور انتہاپسندی کے نتیجے میں جو سفاکیاں کی ہیں، ان کی تفصیل کے لیے پوری ایک کتاب درکار ہے۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے مُریدوں

کو ہمراہ لے کر غیر مسلح یہودیوں پر حملہ کیا اور ان سب کو جلا وطن کر دیا۔ ان کی عبادت گاہیں زمیں بوس کر دی گئیں، یہ واقعات ایسے ہیں جن کے ذکر سے آج بھی قلم لرزتا ہے، مگر عیسائی مذہب کے علمبرداروں کے مذہبی تعصب، تنگ نظری اور انتہا پسندی پر مبنی یہ سب سے سیاہ کارنامے ہیں۔[٦٠]

یہی حالت ان تمام ملکوں کی تھی، جہاں رومیوں کے زیر سایہ عیسوی مذہب پھیلا تھا۔ یعقوبی، نسطوری اور دیگر عیسائی فرقے جو سرکاری عیسوی مذہب سے الگ تھے، وہ دور دراز علاقوں میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور تھے۔[٦١]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو سال بعد چرچ گوناگوں مظالم اور انتہا پسندی کے مرکز کے طور پر سامنے آیا، چنانچہ اس کا بنیادی مشن یہ رہ گیا کہ جہاں اس کی رسائی ہے وہاں سے دیگر مذاہب کا بالکلیہ خاتمہ کیا جائے۔ غیر عیسائیوں کی جائیدادوں کا ضبط کرنا قانونی حق قرار پایا، اور ان کے املاک پر قبضہ گویا عیسائیوں کا پیدائشی حق رہا، اس کے علاوہ مخالفین کے لئے جسمانی طور پر سخت سے سخت سزائیں تجویز کی گئیں، یہاں تک کہ انہیں زندہ جلانے کو جواز بخشا گیا۔[٦٢]

جسٹینن کے عہد میں تنگ نظری اس قدر تھی کہ اپنے عقیدے کے مخالفین کو مار ڈالنا کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا تھا۔[٦٣]

حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت دنیا میں بزورِ شمشیر پھیلانے کی بڑی کوشش کی گئی، جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگوں کو لقمہ اجل بنایا گیا، بالخصوص قسطنطینِ اعظم کا دور اس حوالے سے زیادہ معروف ہے۔ ان خونی کارروائیوں کے زیادہ تر شکار یہودی رہے، اور ان کے خلاف ہی ان کی تلواریں چلیں، چنانچہ شر انگیزی و فتنہ پردازی، خوں ریزی و غارت گری ہمیشہ کے لیے عیسائیت میں آئینِ حیات بن گئی۔ چھ سو تیس عیسوی (٦٣٠ء) میں ہرقل (HERACLIUS) نے عیسائی پادریوں اور رہنماوں کے ایماء پر یہودیوں سے بدترین انتقام لیا اور یہودی مفتوحین کا اس بے دردی سے قتل کیا جس کا نمونہ تاریخِ انسانی میں مشکل سے ملے گا، چنانچہ ان انتقامی کارروائیوں کے نتیجے میں ریاستِ روما میں صرف وہ یہودی زندہ بچ گئے جو کہیں روپوش ہو کے چھپ گئے تھے۔[٦٤]

٦١٠ء میں شہنشاہ فوقاس (PHOCAS) نے یہودیوں کی نسل کشی کے لیے انطاکیہ میں اپنے سپاہی افسر ابنوسوس (BONOSUS) کو تعینات کیا جس نے وہاں سے یہودیوں کا مکمل خاتمہ کیا، اور مظالم کی ایسی داستانیں قائم کیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جن میں زندہ سمندر میں پھینکنا، آگ کے شعلوں میں جلانا اور چیر پھاڑنے والے درندوں کے سامنے ڈالنا شامل ہیں۔[٦٥]

غیر الہامی مذاہب:

الہامی مذاہب میں سے یہودیت و عیسائیت کا نقطہ نظر اب تک بیان کیا جا چکا، اور احترام انسانیت و مذاہبی رواداری کے حوالے سے ان کی تعلیمات اور عملی رویہ واضح ہو چکا، اب انسانی احترام اور مذہبی رواداری کے حوالے سے غیر الہامی مذاہب میں ہندومت، بدھ مت اور زرتشت مذہب کا نقطہ نظر پیش کیا جاتا ہے۔

ہندومت کا مذہبی انتہا پسندانہ رویہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری

ہندومت کی مذہبی تعلیمات میں شدت پسندی کا رجحان بڑا واضح ہے، اور اپنے مخالفین کے ساتھ سخت سے سخت رویہ رکھنے اور انہیں ہر طرح ستانے کی تلقین ان کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ جو ہندووں کی مذہبی انتہا پسندی اور تعصب و نفرت کا واضح ثبوت ہے، ان کی بنیادی کتاب "یجر وید" میں اس حوالے سے درج ذیل باتیں پائی جاتی ہیں:

"ا: دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو۔[٦٦]

۲: اپنے مخالفوں کو درندوں سے پھڑواڈالو۔[۶۷]

۳: جس طرح بلی چوہے کو تڑپا کر مارتی ہے، اس طرح ان کو تڑپا کر مارو۔ ان کی گردنیں کاٹ دو۔ مخالفوں کا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ دیا جائے۔"

ہندومت دیگر مذاہب سے کس قسم کا رویہ اپنانے کی تعلیم دیتا ہے اور ان کے دھرم میں دیگر مذاہب کے حوالے سے مذہبی انتہا پسندی کا کیا نظریہ ہے، ملاحظہ کیجیے:

منوشاستر ہندوؤں کی مذہبی اور قانونی دستاویز ہے، جس کو وہ لوگ بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا دعوے دار ہیں، اس میں تحریر ہے:

"اگر کوئی شودر "وید" پڑھے تو اس کی زبان کاٹ ڈالی جائے گی، اگر وہ منتروں کو سن لے تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے، اگر شودروں میں سے کوئی شخص منتروں کو زبانی یاد کرلے تو اس کے ٹکڑے کر دیے جائیں۔"[۶۸]

بدھ مت کا مذہبی تعصب و تنگ نظری:

بدھ مت در حقیقت تجرد، دنیا سے لاتعلقی اور تنہائی اختیار کرنے کا درس دیتا ہے، اس کا بنیادی فلسفہ ہی لوگوں سے لاتعلقی اور دنیا کو ترک کرنا ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ بدھ مت کی ساری توجہ اور سارا زور زندگی کے محض تاریک پہلو ہی پر ہے۔ اس مذہب کے بانی گوتم بدھ جو جو فلسفہ پیش کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دنیوی حیات محض مصیبت و پریشانی ہے، اور کی وجہ نفسانی خواہشات ہیں، لہٰذا "یزدان" یا نجات کا راز فنا، ترکِ دنیا اور رہبانیت میں ہے۔ جس کی تکمیل اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسانی خواہشات اور شعور کو مکمل ختم کیا جائے۔[۶۹]

ان تعلیمات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ بدھ مت انسانیت کو کسی کشمکش اور انقلاب سے نہیں گزرانا چاہتے، اور نہ ہی انسانیت کو کسی اونچے مقصد کی نشاندہی کرتی ہے، اس لئے اس کا سارا زور نفس کشی اور تجرد پر ہے۔[۷۰]

بدھ مت میں غلو اور انتہا پسندی ہے جو رہبانیت اور تجرد کی تعلیم دیتی ہے، اور یہ عمل در حقیقت فطرت کی تعلیمات سے انحراف اور اعلانِ بغاوت ہے۔ اس بناء پر یہ کہنا بے جا نہیں کہ جو مذہب انسانی جذبات کو یکسر ختم کرنے کی تلقین کرے وہ فطری مذہب نہیں ہو سکتا، کیونکہ انسانی جذبات واحساسات کے بے شمار فوائد ہیں اگر ان کا مکمل خاتمہ کیا جائے تو پھر انسان کی تخلیق کے مقاصد فوت ہونے لگتے ہیں۔

زرتشت مذہب کا مذہبی تعصب و تنگ نظری:

روایات کے مطابق زرتشتی مذہب کے بانی زرتشت نے عنفوانِ شباب میں ہی خدمتِ انسانیت کو اپنا شعار بنالیا تھا اور اپنے آپ کو اس مقصد کے لئے وقف کر دیا تھا۔ مصیبت زدہ اور مفلوک الحال طبقے کی خدمت ہی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ زندگی بھر امن اور انسان دوستی کی تعلیم دیتے رہے، تاہم بعد ازاں ان کے پیروکاروں نے جن کی اکثریت ایران (فارس) میں مقیم تھی، مذہبی انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے زیرِ قبضہ عیسائیوں پر بدترین مظالم ڈھائے۔ خسرو پرویز نے اپنی پے در پے فتوحات کے باعث مغرور ہو کر عیسائیت کے خلاف مقدس جنگ کا اعلان کیا۔ چھبیس ہزار یہودی اس کی فوج میں شامل ہوگئے، ۶۱۴ء میں ایران اور یہودیوں کے متحدہ لشکر نے یروشلم پر حملہ کر دیا اور نوّے ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ پورے شہر کو بڑی بے دردی سے لوٹا، یروشلم کے بہت سے کلیسا جن میں "كلیسة القیامہ" بھی شامل تھا، ان کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا اور وہ اصل صلیب جو عیسائی دنیا کی مقدس ترین ہے، ایرانی اسے بھی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔[۷۱]

بعد ازاں زرتشت کے پیروکاروں کی جانب سے تاریخ کے مختلف ادوار میں عیسائیوں کو بے دریغ قتل کیا جاتا رہا۔ ان کے کلیسائوں کو تباہ و برباد کیا جاتا رہا۔ راہب مردوں اور راہبہ عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ اذیت ناک سزائیں دی جاتیں۔[۷۲] جو لوگ کسی اور مذہب کے پیروکار ہوتے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے جاتے، اور جبر و قہر کی ایسی داستانیں رقم کی جاتیں، جن کے ذکر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ زندہ انسانوں کی زبانیں کاٹ ڈالنا، لوگوں کی کھال اتارنا، پگھلا ہوا گرم سیسہ جسم میں ڈالنا اور جسم میں سلاخین چھبونا ان مظالم کا حصہ ہیں۔[۷۳]

احترامِ آدمیت اور انسانی مساوات و مذہبی رواداری کا اسلامی تصور

عالمی انسانی برادری کے قیام اور بین المذاہب پُرامن بقائے باہم، تحمل و برداشت، وسعت نظری، رواداری اور بین المذاہب مکالمے کی اساس انسانی حرمت پر رکھی ہے، اور اہل وہلہ میں اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ رنگ و نسل کی تفریق بے معنیٰ ہے کالے اور گورے کا فرق کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں رکھتا۔ سب انسانیت کے رشتے میں منسلک ہیں۔ اس لحاظ سے بنیادی انسانی حقوق کی اولین اکائی زندہ رہنے کا حق ہے اور ایک انسان کے اولین فرائض میں یہ امر شامل ہے کہ وہ دوسروں کو باعزت زندہ رہنے کا حق دے۔ اس حوالے سے اسلام نے مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق روا نہیں رکھی۔ قرآن کریم نے پوری انسانی برادری کے ہر فرد کے اس حق کو تسلیم کیا ہے۔ اور سورۃ مائدہ کی آیت نمبر پینتیس (۳۵) میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل اور ایک انسان کی جان بچانے کو نوعِ انسانی کی جان بچانے کے برابر قرار دے کر اس کی اہمیت واضح فرمائی ہے۔

سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندگان کی جو خصوصیات ذکر فرمائی ہیں ان میں ایک خصوصیت یہ ہے:

{لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ}[۷۴] "اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے احترام بخشا ہے وہ لوگ اس کو ناحق قتل نہیں کرتے۔"

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں احترامِ انسانیت کو عملاً نافذ کیا، آپ ﷺ نے ملک کے دفاع اور دین کی سربلندی کے لیے جنگیں ضرور لڑیں، لیکن یہ جنگیں عام لڑائیوں سے یکسر مختلف تھیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول: "عہدِ نبوی ﷺ میں تقریباً دس سال کے عرصے میں جو علاقہ فتح ہوا وہ دس لاکھ مربع میل پر مشتمل ہے، جس میں لاکھوں لوگ آباد تھے، اس حساب سے اوسطاً روزانہ دو سو چہتر (۲۷۴) میل علاقہ فتح ہوا ہے، اور اگر دشمن کے مقتولین کا حساب لگایا جائے تو ماہانہ ایک قتل بنتا ہے، جبکہ مسلمانوں کا جانی نقصان اس سے بھی کم ہے۔"[۷۵]

قرآن کریم نے احترام آدمیت اور تکریم انسانیت کا اعلان فرمایا: {وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ}[۷۶] "اور ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم بخشی ہے۔"

دینِ اسلام ایک جامع اور عالمگیر دین ہے اس لئے اس کے عطا کردہ انسانی احترام کا دائرہ کار کسی مخصوص ملک و ملت یا فرد و طبقے کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ اس کی وسعت پوری انسانیت پر محیط ہے، بنی نوع انسان کا ہر فرد انسانیت کے ناطے احترام کا حقدار ہے اور اس سے یہ حق کوئی بھی نہیں چھین سکتا، چاہے اس کا تعلق جس رنگ و نسل یا ملک و ملت سے بھی ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سارے انسان اللہ تعالیٰ کے کنبہ ہیں، جس میں مسلمان و غیر مسلم سبھی شامل ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا محبوب قرار دیا ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا رویہ رکھے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔[۷۷]

انسانیت کے لحاظ سے تمام انسانوں کا تعلق بھائیوں والا ہے، اسی لئے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ تعلقات رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور قطع تعلق و نفرت سے منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے:

لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا عباد الله إخوانا.[۷۸] "باہم تعلقات ختم مت کریں، اور نہ منہ موڑیں، اور نہ آپس میں بغض و حسد کریں۔ اے خداوند قدوس کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کے رہو۔"

ایک موقع پر فرمایا گیا: "الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء"[۷۹]

"رحمان ذات ان لوگوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں، لہٰذا آپ اہلِ زمین پر رحم کھائیں، اہلِ سماء آپ پر رحم فرمائیں گے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

«لا يرحم الله من لا يرحم الناس»[۸۰] "جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کھاتا اس پر خدائے ذوالجلال رحم نہیں فرماتے۔"

کوئی مسلمان تب تک کامل مومن نہیں بن سکتا، جب تک سب کی بھلائی نہ چاہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"لا يبلغ عبد حقيقة الإيمان حتى يحب للناس ما يحب لنفسه من الخير"[۸۱]

"کسی کو ایمان کی حقیقت تب تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک اپنی پسندیدہ چیز دوسروں کے لئے پسند نہ کرے۔"

اسلام میں اس قسم کے جتنے اخلاقی احکام ہیں، ان سب میں عمومیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور کسی قسم کی ملی، مذہبی، نسلی اور ملکی تخصیص کا لحاظ ان میں نہیں ہے، ان کے دائرہ اثر میں کلمہ گو بھی آتے ہیں اور منکرینِ اسلام بھی۔ مثلاً غریبوں کی دستگیری، محتاجوں کی اعانت، ظلم کی چکی میں پسنے والوں کے لئے کوشش کرنا، اور اس نوعیت کے دیگر جتنے کام ہیں وہ کسی طبقے کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، یہ اور بات ہے کہ اولیت اور ترجیح اپنے اہلِ مذہب کے غرباء اور ناداروں کو حاصل ہوگی کہ چراغ پہلے گھر سے جلتا ہے۔ اس کے متعلق اسلام کے نقطۂ نظر کا اندازہ اس حدیثِ قدسی سے ہو گا کہ: "رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ عزّ و جل قیامت میں فرمائے گا، اے ابنِ آدم! مجھے مرض لاحق ہو گیا تھا مگر تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، بندہ حیران ہو کے کہے گا کہ اے پروردگارِ عالم میں کس طرح آپ کی بیمار پرسی کرتا؟ (جبکہ آپ تو ہر عیب سے مبرا ہیں) پروردگارِ عالم فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔ اس کے بعد ابن آدم سے کھانے کے حوالے سے پوچھا جائے گا، جب انسان اس پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرے گا تو حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا اگر تو اسے کھلاتا تو اس کھانے کو میرے پاس موجود پاتا۔ اسی طرح پانی پینے کے حوالے سے انسان سے سوال و جواب کیا جائے گا۔"[۸۲]

اسلام کے تصورِ مساوات کی وسعت:

اسلام نے مساوات اور احترامِ انسانیت کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ کسی حالات کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ یہ آزادی و مساوات اور اخوت و بھائی چارے کا ایک عالمگیر پیغام ہے، جو رنگ و نسل اور قومیت و وطنیت کے تمام جھوٹے امتیازات کو مٹا کر پوری انسانی برادری کو ایک خاندان اور ایک کنبہ قرار دیتا ہے۔ اور پوری انسانیت کو آزادی و مساوات کے حقوق عطا کرتے ہوئے انہیں اخوت و بھائی چارے کی ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔

اسلام نے ان اصولوں کی بنیاد پر عملی طور پر ایک عالمگیر برادری کی تشکیل کی۔ علاقے، قوم، زبان و نسل اور دیگر انسانی بنیادوں پر کی جانے والی ان تمام جھوٹی تفریقات سے بالکل ناآشنا ہے۔ قرآن اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ تمام انسانوں کی اصل (Origin) ایک ہے

اور تمام انسان ایک ہی آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ اس بناء پر انسان اور انسان کے درمیان کسی فرق و امتیاز کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ارشادِ ربّانی ہے: {هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ}[۸۳] "اور وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے۔"

سورۃ اعراف کی آیت نمبر ایک سو نواسی (۱۸۹) میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ انسانیت کی اصل ایک ہے۔[۸۴]

مزید ارشاد ہوتا ہے: {خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا}[۸۵] "اس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا۔"

اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک:

حسنِ سلوک اور انسانی تکریم کے سلسلے میں اسلام کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ اس نے اس خدمت اور حسنِ سلوک کو اپنوں کے ساتھ خاص نہیں رکھا۔ بلکہ اس کا دائرہ غیروں تک وسیع قرار دیا ہے، چنانچہ عام حالات میں اس نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی اچھے رویے سے پیش آنے اور ان کے ساتھ فیاضانہ برتاو کرنے کی تلقین کی ہے۔ قرآن کریم صراحت کرتا ہے:

{لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ}[۸۶]

"اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے معاملے میں آپ سے لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں گھروں سے نکالا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

یہی نہیں بلکہ اگر غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ دوبدو جنگ کریں اور پھر قیدی بن کر ان کے پاس آجائیں، تو اس صورت میں بھی اسلام ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ شیخ سعدی نے اسی تصور کو ان اشعار میں واضح کیا ہے:

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند	چوں بعضے ز بعضے اگر کمتر اند
چوں عضوے بدرد آید آزر دگار	دگر عضوہا را نماند قرار

سارے انسان ایک دوسرے کے اعضا ہیں، جس طرح ان میں کوئی چھوٹا عضو ہے اور کوئی بڑا
مگر جس کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے، تو دوسرے اعضاء بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں

اسلام نے انسانی بھائی چارے کو فروغ دینے اور انسان کو اس صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کے لیے ہر صنف کے حقوق مقرر کیے ہیں، اس نے اس رشتہ انسانیت کی حفاظت کے لیے ہر شعبہ زندگی میں مساوات کا درس دیا ہے اور اس کو زیادہ سے زیادہ نشو نما دینے کے لیے اس نے حریت فکر، حریت عقیدہ اور حریت تقریر و تحریر کی ہمت افزائی کی، پھر اس تصور کو ذہن میں تازہ رکھنے کے لیے اس نے ایک ہمہ گیر نظام اخلاق دیا ہے، جو اس کا سب سے موثر داخلی نگراں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بہترین مثال دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"النّاس سواسیة کاسنان المشط الواحد لافضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لا سودعلیٰ احمرو لا لاحمر علیٰ اسود الّا بالتقویٰ" تمام انسان آپس میں کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں، نہ اہلِ عرب کو اہلِ عجم پر کوئی خاص فضیلت وفوقیت حاصل ہے اور نہ ہی کسی اہلِ عجم کو اہلِ عرب پر۔ اسی طرح رنگ و نسل کی بنیاد پر بھی کوئی شخص کسی فوقیت و برتری کا حقدار نہیں ہے۔ مگر اخلاق و کردار کی پاکیزگی کی وجہ سے فضیلت دی جائے گی۔"[۸۷]

دینِ اسلام کی یہ وہ مثالی اور روشن تعلیمات ہیں جو ہر عہد اور ہر زمانے بالخصوص آج کے جدید دور میں انسانی برادری کو قریب تر کرنے، مذہبی تعصب، منافرت، باہمی عداوت کو ختم کرنے، فاصلوں کو کم کرنے مذاہب کو قریب تر کرنے اور عالمی انسانی برادری کے قیام میں بھرپور اور موثر مدد فراہم کر سکتی ہیں۔ یہ وہ مینارہ نور ہیں جن سے پوری انسانی برادری بلا تفریقِ مذہب و ملّت ہدایت اور روشنی حاصل کر سکتی ہے۔

خلاصہ بحث:

1) اسلام سے پہلے اکثر تہذیبوں اور مذاہب ماننے والوں کے ہاں تعصب اور منافرت پائی جاتی تھی، جو کہ مساوات، تکریمِ انسانی اور پر امن معاشرے کے قیام میں بڑی رکاوٹ تھی۔

2) اسلام نے انسان کو کائنات کا آفاقی تصور دے کر اس میں ہمہ گیر عالمی ذہنیت پیدا کی ہے۔

3) دینِ اسلام نے انسان کو خلافتِ آدم کا وسیع نظریہ دے کر اس کو پورے عالم سے ہم آہنگی کا درس دیا ہے، اور اس کو احساسِ ذمہ داری وہمہ گیریت سے نوازا ہے۔

4) اسلام نے بنی نوع انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھے برتاو کی تلقین کی ہے، اور اس کی بنیاد انسانیت پر رکھی ہے، تاکہ اس کی وسعت کا دائرہ کار تمام لوگوں تک ہو۔

5) اسلام انسان کے اندر برابری اور مساوات کی بیج بوتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان تنگ نظری اور قوم پرستی جیسی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔

6) اسلامی تعلیمات کی رو سے اخلاق و حقوق میں ہر انسان برابر ہے، اور ہر انسان کے بنیادی حقوق کا تحفظ نہ صرف اس کا بلکہ دوسروں لوگوں کا بھی فریضہ ہے۔

تجاویز وسفارشات:

1) مذہبی رواداری اور انسانی احترام عصرِ حاضر کی ایک اہم ضرورت ہے، اس حوالے سے مختلف مذاہب کی تعلیمات پر تحقیق وقت کی اہم ضرورت ہے۔

2) جامعات کی سطح پر مذہبی رواداری کے حوالے سے مذاہبِ عالم کی تعلیمات پر تقابلی و تحقیقی کام کیا جائے، تاکہ مختلف مذاہب کی تعلیمات منقح ہو کر سامنے آسکیں۔

3) اسلام کے تصورِ رواداری اور احترامِ انسانیت پر مثبت انداز میں کام کی ضرورت ہے تاکہ اسلام کا روشن چہرہ دنیا کے سامنے واضح ہو، اور بعض حلقوں کی طرف سے اسلام پر اٹھائے جانے والے اعتراضات وشبہات کا تسلی بخش جواب دیا جاسکے۔

4) احترامِ انسانی کے حوالے سے موجودہ عالمی طاقتوں کے طرزِ عمل پر تحقیقی کام وقت کی ضرورت ہے، تاکہ ان کے امنِ عالم اور انسان دوستی کے دعوؤں کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔

5) اسلام کے عہدِ زریں کے حوالے سے مذہبی رواداری اور احترامِ انسانیت کا تاریخی جائزہ پیش کرنے کے لئے جامعات کی سطح پر ایم فل، پی ایچ ڈی لیول پر کام کیا جا سکتا ہے، جس سے مسلم حکمرانوں کے طرزِ عمل اور احترامِ انسانیت کے اصولوں کی عملداری کی حقیقت سامنے آسکے۔

حوالہ جات

[۱] خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات کراچی، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، ص ۵۱

Khurshid Ahmad, Prof, Islami Nazarya e Hayat, University of Karachi, 1971, Page: 51.

[۲] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، محمد رسول اللہ ﷺ، مترجم: نذیر حق، دہلی، فرید بک ڈپو، ۲۰۰۳ء، ص ۳۸

Muhammad Hadidullah, Dr, Muhammad ur Rasool ullah, Translated by Nazir Haq, Farid book depo, Dehli, 2003, Page: 38.

[۳] یٰسین: ۷۹

Yaseen 79.

[٤] شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، لاہور، الفیصل، ناشران، ۱: ۷۸، ۷۹۔

Shibli Numani, Seerat un Nabi, Lahore, Al-Faisal Nashiran, Vol: 1, Page: 78, 79.

[5]" Encyclopaedia Americana, New York, Edition 1947, "Religion" * Encyclopaedia Britannica, 9th Edition, 1984, "Religion" * Encyclopaedia of Religion and Ethics, Edinburgh, 1967, "Religion"

لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، مترجم یاسر جواد، لاہور، نگارشات ۲۰۰۱ء، ص ۱۵

غلام رسول چوہدری، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۹۸ء، ص ۵۹

[6] * Encyclopaedia of Religion and Ethics "Religion"

☆رشید احمد، تاریخ مذاہب، اشاعت دوم، ۱۹۶۸ء ☆عبد اللہ المسدوسی، مذاہب عالم، مطبوعہ ۱۹۶۴ء، ص ۲۲۷

Rashid Ahmad, Tareekh e Mazahib, 1968.

☆غلام رسول، چوہدری، مذاہب عالم کا تقابلی عالم، علمی کتب خانہ، ۱۹۹۸ء، ص ۵۰، ۵۱

Ghulam Rasool, Choudhri, Mazahib e Aalam ka Taqabuli Aalam, Ilmi Kutub Khana, 1998, Page: 50, 51.

[۷] خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲

Khurshid Ahmad, Prof, Islami Nazarya e Hayat, University of Karachi, 1971, Page: 12.

[۸] الزخرف (۴۳): ۹

Zukhruf, (43), 9.

[۹] الأعراف (۷): ۱۷۲

Al-Aaraf (7) 172

[۱۰] التوبة (۹): ۳۳

Al-Toba (9) 33.

[۱۱] البقرة (۲): ۲٥٦

Al-Baqara (2) 256

[۱۲] الكافرون (۱۰۹): ٦

Al- Kafiroon (109) 6

[۱۳] الأنعام (٦): ۱۰۸

Al-Anaam (6) 108

[14] آل عمران (۳): ۱۹

Aal- Imran (3) 19.

[15] آل عمران (۳): ۸۵

Aal- Imran (3) 19.

[16] سبأ (۳٤) : ۲۸

Saba (34) 28.

[17] الأعراف (۷): ۱۵۸

Al-Aaraf (7) 158.

[18] الفرقان (۲۵): ۱

Al-Furqan (25) 1.

[19] أحمد بن حنبل، مسند أحمد، ت شاكر، دار الحديث – القاهرة، الطبعة: الأولى، ۱٤۱٦ هـ - ۱۹۹۵م، مسند بني هاشم، رقم الحديث: ۲۷٤۲، (۳/ ۲۲۲)

Ahmad bin Hanbal, Musnad e Ahmad, Dar ul Hadith, Al-Qahira, 1995, Musnad Bani Hashim, Hadith no: 2742, Vol: 3, Page: 222.

[20] أحمد بن حنبل، مسند أحمد، ت شاكر، دار الحديث – القاهرة، مسند عبدالله بن عمرو بن العاص، رقم الحديث: ۷۰٦۸، (٦/ ٤۸۳)

Ahmad bin Hanbal, Musnad e Ahmad, Dar ul Hadith, Al-Qahira, 1995, Musnad Abdullah bin Umar, Hadith no: 7068, Vol: 6, Page: 483.

[21] محمد بن اسماعيل، بخارى، صحيح البخاري، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي) الطبعة: الأولى، ۱٤۲۲هـ، كتاب التيمم، رقم الحديث: ۳۳۵، (۱/ ۷٤)

Muhammad bin Ismail, Bukhari, Sahih ul Bukhari, Dar o Toq al Najat, Egypt, Kitab ul Tayammum, Hadith no: 335, Vol: 1, Page: 74.

[22] التوبة (۹): ۳۳

Al-Toba (9) 33.

[23] المائدة (۵) : ۳

Al-Maida (5) 3.

[24] یوسف القرضاوی، المبشرات بانتصار المسلمین، مترجم عبدالحلیم فلاحی، لاہور، منشورات ۲۰۰۴ء، ص ۱۱

Yousuf Al-Qardhavi, Al-Mubashirat be Intisar il Muslimin, Lahore, Manshoorat, 2004, Page: 11.

[25] حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر، تجلیات سیرت، کراچی، فضلی سنز، اشاعت سوم، ص ۹۵

Hafiz Muhammad Sani, Dr, Tajalliyat e Seerat, Karachi, Fazli sons, Page: 95.

[26] نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء، ص ۲۲، ۲۳

Naeem Siddique, Muhsin e Insaniyat, Lahore, Islamic publications, 1977, page: 22, 23.

[27] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۷

Modoodi, Sayed Abul Aala, Al-Jihad fil Islam, Lahore, Idara Tarjaman ul Quran, 2002, Page: 207.

[28] GIBBON, ROMAN EMPTRE LONDON, VOL, V, CHXI

[29] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۷۔

Modoodi, Sayed Abul Aala, Al-Jihad fil Islam, Lahore, Idara Tarjaman ul Quran, 2002, Page: 207.

۳۰ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۷۔

Modoodi, Sayed Abul Aala, Al-Jihad fil Islam, Lahore, Idara Tarjaman ul Quran, 2002, Page: 207.

31 Ferrer: Early Days of Ohristianity, London, P.488

۳۲ غلام حسین، حافظ، فلاحی حکومت میں اقلیتیں، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، ۱۹۸۷ء، ص ۸

Ghulam Hussain, Hafiz, Falahi Hukoomat me Aqliyaten, Lahore, Markaz e Tahqiq, Diyat Singh Library, 1987, Page: 8.

۳۳ آل عمران(۳): ۱۰۳

Al-Imaran (3) 103.

۳٤ المائدة (٥): ١٨

Al-Maida (5) 18.

۳٥ الروم (٣٠): ٤١

Al-Room (30) 41.

۳٦ ابو الحسن علی ندوی، نبی رحمت ﷺ، کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۸ء، ص ۵۵

Abul Hasan Ali Nadvi, Nabi e Rahmat, Karachi, Nasharyat e Islam, 1988, Page: 55.

۳۷ ابنِ ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱/۱۹۹

Ibn e Hisham, Al-Seerat ul Nabaviya, Vol: 1, Page: 199.

۳۸ نجم الدین سیوہاروی، رسومِ جاہلیت، لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۸۸ء، ص ۴۴

Najm ud Din, Sevharvi, Rusoom e Jahiliyat, Lahore, Maktaba Rashidiya, 1988, Page: 44.

۳۹ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، بیروت، ۱۹۷۰ء، ۴: ۵۴۳، ۵۴۴، مزید تفصیلات دیکھیے: حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء، ص ۲۲۹، ۲۳۰

Jawad Ali, Al-Mufassal fi Tarikh el Arab qabl al Islam, Beirut, 1970, Vol: 4, Page: 543, 544.

٤٠ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ۴: ۱۷۶

Shibli Numani, Seerat un Nabi, Vol: 4, Page: 176.

٤١ ابو الکلام آزاد، اسلام کا نظریہ جنگ، لاہور، بساطِ ادب، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۴

Abul Kalam Azad, Islam ka Nazarya e Hayat, Lahore, Bisat e Adab, 1987, Page: 124.

٤٢ محمود شکری آلوسی، بلوغ الارب فی احوال العرب، مترجم پیر محمد حسن، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۷ء، ۳: ۴۹۰

Mahmood Shakri Aaloosi, Buloogh ul Arab fi Ahwal el Arab, Lahore, Markazi Urdu board, 1967, Vol: 3, Page: 490.

٤٣ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ۴: ۱۴۵

Shibli Numani, Seerat un Nabi, Vol: 4, Page: 145.

٤٤ عمر فروخ، تاریخ الجاہلیۃ، بیروت، دار العلم، ۱۹۶۴ء، ص ۸۹

Umar Farrukh, Tarikh ul Jahiliyat, Beirut, Dar ul Ilm, 1964, Page: 89.

٤٥ عمر فروخ، تاریخ الجاہلیۃ، بیروت، دار العلم، ۱۹۶۴ء، ص ۸۹

Umar Farrukh, Tarikh ul Jahiliyat, Beirut, Dar ul Ilm, 1964, Page: 89.

[٤٦] جرجی زیدان، العرب قبل الاسلام، قاہرہ، ۱۹۵۷ء، ص ۲۵۳

Jarhi Zaidan, Alarab qablal Islam, Qahira, 1957, Page: 253.

[٤٧] ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۶۷ء، ص ۷۴

Abul Hasan Ali Nadvi, Insani Dunya per Musalmano k Urooj o Zawal ka asar, Karachi, Majlis e Nsharyat e Islam, 1967, Page: 74.

[٤٨] شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ۱: ۳۲۹

Shibli Numani, Seerat un Nabi, Vol: 1, Page: 329.

[٤٩] محمود شکری آلوسی، بلوغ الارب فی احوال العرب، ۳: ۴۹۱

Mahmood Shakri Aaloosi, Buloogh ul Arab fi Ahwal el Arab, Vol: 3, Page: 491.

[٥٠] البقرة (٢): ٤١

Al-Baqara (2) 41.

[٥١] البقرة (٢): ٦١

Al-Baqara (2) 61.

[٥٢] آل عمران (٣): ٢١

Al- Imran (3) 21.

[٥٣] البروج (٨٥): ٤ – ٨

Al-Burooj (85) 4-8.

[٥٤] تفصیل کے لیے دیکھئے: Encyclopedia of Jews Religion, 1965

[٥٥] البقرة (٢): ٨٥

Al-Baqara (2) 85.

[٥٦] المائدة (٥): ١٨

Al-Maida (5) 18.

[٥٧] البقرة (٢): ٨٠

Al-Baqara (2) 89.

[٥٨] استثناء، ۲۰، ۱۶، ۱۳

Istisna 13, 16, 20.

[٥٩] سموئیل اول، ۳: ۱۵

Samvil Awwal 3: 15

[٦٠] منوشاستر باب اول، ۳۱ (۱۲۶)، نیز ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۴۰۸ھ، ۴: ۱۲۲

Mano Shastar, Bab e Awwal, 31, (126)

[٦١] ایضا: ۱۲۷

Ibid

[62] PETER, EDWARD/INQUISITION, UNIVERSITY OF CALIFORNIA PRESS, 1989, P.6

نیز دیکھیے ڈاکٹر مبارک علی، یورپ کا عروج، لاہور، فکشن ہاوس، ۲۰۰۰ء، ص ۴۷

[٦٣] ایضا ۴: ۱۲۳

Ibid

[٦٤] ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ص ۴۷

Abul Hasan Ali Nadvi, Insani Dunya per Musalmano k Urooj o Zawal ka asar, Karachi, Majlis e Nsharyat e Islam, 1967, Page: 47.

[٦٥] ایضاً ص ۴۷، نیز دیکھیے: حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر، رسولِ اکرم ﷺ اور رواداری، کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۹ء، ص ۱۵۸

Hafiz Muhammad Sani, Dr, Rasool e Akram aur Rawadri, Karchi, Fazli sons, 1999, Page: 158.

[٦٦] یجر وید ادھیا، ۱۳، منتر ۱۲

Yajur veed 13, 12.

[٦٧] یجر وید، ۱۵، ۱۷، ۱۹

Yajur veed 15, 17, 19..

[٦٨] گوتم دھرم شاستر، ۶۴/ ۱۲۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: البیرونی، کتاب الہند، مترجم سیّد اصغر علی، لاہور، الفیصل ناشران، ص ۷۰۴، ۷۰۶۔ غلام اکبر ملک، راجپوت تاریخ کے آئینے میں، لاہور، العقاب پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص ۲۷، عبید اللہ سندھی، مولانا، تحفۃ الہند، کراچی، صدیقی ٹرسٹ، ص ۲۰۱، ۲۰۲، مبارک علی، اچھوت لوگوں کا ادب، لاہور، فکشن ہاوس، ۱۹۹۳ء، ص ۲۰، ۲۱

Al-Beironi, Kitab ul Hind, Al-Faisal Nashiran, Page: 704, 706.

ENCYCLOPEDIA OF RELIGION AND ETHICS, NEW YORK, 1921, ENCYCLOPEDIA BRITANNICA 1962, VOL.3,P.1011)

[69] CARD, RICHARD A.ED. BUDDHISM. NEW YORK, GEORGE BRAZILLER, 1961, HUMPHRELYS, CHRISTMAS, BUDDHISM. NEW YORK, PENGUIN BOOKS, 1951

[٧٠] تفصیل کے لیے دیکھئے: Encyclopedia of Religion And Ethics, New York, 1931

[٧١] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ۱: ۵۵

Al-Azhari, Pir Muhammad Karam Shah, Zia ul Nabi, Vol: 1, Page: 55.

[٧٢] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ۱: ۵۷

Al-Azhari, Pir Muhammad Karam Shah, Zia ul Nabi, Vol: 1, Page: 55.

[٧٣] ارتھر کرسٹن، ایران بعہد ساسانیاں، مترجم ڈاکٹر محمد اقبال، کراچی، انجمن ترقی اردو، ص ۴۰۸

Arther cruston, Iran ba ahd e Sasaniyan, Karachi, Anjuman e Taraqqi e Urdu, Page: 408.

[٧٤] الفرقان (٢٥): ٦٨

Al-Furqan (25) 68.

[٧٥] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی، ص ۳۶۵، نیز دیکھیے: خالد علوی، ڈاکٹر، انسانِ کامل ﷺ، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۰۱ء، ص ۳۶۴

Mahammad Hameedullah, Dr, Ahd e Nabavi me Nizam e Hukumrani, Karachi, Urdu Academy, Page: 365.

[٧٦] الإسراء (١٧): ٧٠

Al-Israa (17) 70.

[٧٧] البيهقي، أحمد بن الحسين، شعب الإيمان، مكتبة الرشد، ط: ١، ١٤٢٣هـ، طاعة أولي الأمر، رقم الحديث: ٧٠٤٨، (٩/ ٥٢٣)

Al-Beihaqi, Ahmad bin Hussain, Shuab ul Iman, Maktabat ur Rushd, Hadith no: 7048, Vol: 9, Page: 523,

[۷۸] ترمذي، محمد بن عيسى، سنن الترمذي، دارالغرب الإسلامي، بيروت، ١٩٩٨م، ت بشار باب ما جاء في الحسد، رقم: ١٩٣٥، (٣/ ٣٩٣)

Tirmidhi, Muhammad bin Eisa, Sunan e Tirmidhi, Dar ul Gharb al Islami, Beirut, 1998, Vol: 3, Page: 393.

[۷۹] البيهقي، أحمد بن الحسين، شعب الإيمان، باب في رقم الصغير وتوقير الكبير، رقم الحديث: ١٠٥٣٧، (١٣/ ٤٠١)

Al-Beihaqi, Ahmad bin Hussain, Shuab ul Iman, Hadith no: 10537, Vol: 13, Page: 401,

[۸۰] محمد بن اسماعيل، بخارى، صحيح البخاري، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ، كتاب التوحيد، رقم الحديث: ٧٣٧٦، (٩/ ١١٥)

Muhammad bin Ismail, Bukhari, Sahih ul Bukhari, Dar o Toq al Najat, Egypt, Kitab ul Touheed, Hadith no: 7376, Vol: 9, Page: 115.

[۸۱] ابن حبان، محمد، صحيح ابن حبان ، موسسة الرسالة، بيروت، ط: ١٤٠٨هـ، رقم الحديث : ٢٣٥، - محققا (١/ ٤٧١)

Ibn e Hibban, Muhammad, Sahih Ibn e Hibban, Muassasa tur Risala, Beirut, Hadith no: 235, Vol: 1, Page: 471.

[۸۲] مسلم/ الجامع الصحيح، دار الجيل، بيروت، كتاب البروالصلة والآداب، فضل عيادة المريض، رقم الحديث: ٦٧٢١، ٨: ١٣

Muslim bin Hajjaj, Al Jami ul Sahih, Dar ul jil, Beirut, Hadith no: 6721, Vol: 8, Page: 13.

[۸۳] الأنعام (٦): ٩٨

Al-Anaan (6) 98

[۸۴] ملاحظہ ہو: الأعراف (٧): ١٨٩

Al-Aaraf (7) 189.

[۸۵] الزمر(٣٩): ٦

Al-Zumar (39) 6.

[۸۶] الممتحنة (٦٠): ٨

Al-Mumtahina (60) 8.

[۸۷] مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، ۱۹۹۰ء، ص ۳۵

Mujeebullah Nadvi, Islam k Bein ul Aqwani Usool o Tasaorat, Lahore, Markaz Tahqiq Diyat Singh, Library, 1990, Page: 35.